ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

تقریر

تقریر بابت اخلاقیات

وقت 5-7 منٹ

شیطان کی حقیقت اور کردار

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (الفاطر:7)

کہ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے۔ پس اسے دشمن ہی بنائے رکھو۔ وہ اپنے گروہ کو محض اس غرض سے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی آگ میں پڑنے والوں میں سے ہو جائیں۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے شیطان کی حقیقت اور کردار

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم سورۃ آلِ عمران میں جہاں زمین و آسمان اور وَمَا فِیۡھَا کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی فرمایا۔

رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ (ال عمران:192)

کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے لوگ جب زمین و آسمان وَمَا فِیۡھَا کی تخلیق پر غور کرتے ہیں تو بے ساختہ بول اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تُو نے کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جہاں نیکی کا ذکر فرمایا وہاں بدی اور بُرائی کا بھی ذکر کر دیا۔ جہاں جنت کا ذکر فرمایا وہاں جہنم کا ذکر بھی ہوا، تاریکی کے ساتھ روشنی اور فرشتوں کے ساتھ ابلیس اور شیطان کا ذکر کر کے ان بدیوں کے نقصانات، اس جہنم سے دور رہنے اور شیطانی اعمال سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کی تلقین بھی کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک مقام پر دو رستوں کا ذکر کر کے مومنوں پر چھوڑ دیا کہ وہ جس راستہ کا چاہے اِس کا چناؤ کر لیں ایک کا رُخ جہنم کی طرف ہے جبکہ دوسرا جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ اِسی طرح شیطان بھی ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں شیطان اور اُس کے کاموں کا بہت جگہوں پر ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو اِس سے دُور رہنے کے لئے اِس کو مختلف ناموں سے پکار کر اس سے بچنے کی تلقین ملتی ہے جیسے ابلیس وغیرہ۔ حضرت مسیح موعودؑ اِس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ہمیشہ بدی ہی نیکی سے ممتاز کی جاتی اگر ایک ہی پہلو کیا جاتا تو یقیناً کوئی اجر بھی نہ ہوتا اور کوئی خوشنودی بھی نہ ہوتی۔ رنج سے راحت، دکھ سے سکھ، ظلمت سے نور، کڑوے سے میٹھا، زہر سے تریاق، بد سے نیک اور گناہ سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ ضدیں دنیا میں پیدا نہ کی جاتیں تو پھر زندگی ہی بے مزہ ہو جاتی، اگر صرف ایک ہی پہلو ہوتا تو وہ تو فطرت میں داخل تھا۔ اس پر اجر کیسا اور ثواب کیسا؟ وہ ذریعہ رضامندی کیونکر ہو سکتا؟ وہ تو ایک مجبوری تھی کہ فطرتاً انسان سے اس کے مطابق ہی اعمال سرزد ہوتے۔ یاد رکھو کہ انسان ذو اختیار بنایا گیا ہے۔ انسان کو اختیار ہے کہ نیکی کرے یا بدی، احسان کرے یا ظلم، مروت کرے یا بخل، ہمیشہ دونوں پہلوؤں پر لحاظ رکھ کر ہی کسی خاص انسان کے متعلق رائے زنی ہو سکتی ہے کہ نیک ہے یا بد۔ اعمال کا مفہوم ہی یہی ہے کہ دوسری طرف بھی قدرت رکھتا ہو جو انتقام لینے کی طاقت رکھتے ہوئے انتقام نہیں لیتا وہ نیکی کرتا ہے۔ مگر جس کو انتقام کے واسطے مکّہ مارنے کا ہاتھ ہی نہیں دیا گیا وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے نیکی کی اور احسان کیا کہ مکّہ نہیں مارا۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا۔ اس آیتِ کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور خوبی کا مدار ہی دونوں پہلوؤں پر ہے۔ جس کو ایک ہی قوت دی گئی

ہے اور دوسری قوت اس کو عطا نہیں ہوئی وہ تو ایک نقش ہے جو مٹ نہیں سکتا۔ جو شخص ملک اور شیطان کا انکار کرتا ہے وہ تو گویا بدیہیات اور امور محسوسہ مشہودہ کا انکاری ہے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 361)

پھر فرمایا:

" انسان کے ساتھ دو قوتیں ہمیشہ لگی ہوئی ہیں۔ ایک فرشتے اور دوسرے شیطان۔ گویا اس کی ٹانگوں میں دورسے پڑے ہوئے ہیں۔ فرشتہ نیکی میں ترغیب اور مدد دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ اور شیطان بدی کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے یُوَسْوِسُ۔ ان دونوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ظلمت اور نور ہر دو ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ عدمِ علم سے عدمِ شے ثابت نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 244)

نیز فرمایا:

"قرآنِ کریم سے دو قسم کی مخلوق ثابت ہوتی ہے۔ اوّل۔ وہ جو روحُ القدس کے فرزند ہیں۔ دوسرے وہ جو شیطان کے فرزند ہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 430)

شیطان کا وجود ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں ہی سورۃ البقرۃ آیات 35-38 میں حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کا قصہ درج فرما کر مومنوں کو اِس سے اور اِس کے کردار سے دُور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جب شیطان نے ان دونوں کو اُس شجرہ کے قریب جانے کی ترغیب دلائی جن کے پاس جانے سے ان دونوں کو روکا گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے شجرہ کی تشریح میں ان آیات کے فٹ نوٹ میں لکھا ہے۔

یہاں شجرہ سے مراد وہ احکامِ شریعت ہیں جو مناہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ احکام اگر توڑے جائیں تو پھر دنیا میں انسان کے لئے امن اُٹھ جاتا ہے۔

(ترجمۃ القرآن صفحہ 15)

اس مضمون کی تشریح ایک اور آیت قرآنیہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الشعراء کی آیات 222 تا 224 میں فرماتا ہے کہ کیا مَیں تمہیں اس کی خبر دوں جس پر شیاطین بکثرت اُترتے ہیں۔ وہ ہر پکے جھوٹے اور سخت گنہگار پر بکثرت اُترتے ہیں وہ اِن کی باتوں پر کان دھرتے ہیں اور اِن سے اکثر جھوٹے ہیں۔

سامعین! شیطان کی حقیقت اور اس کے وجود کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ایک ارشاد کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اسی امر کی طرف ہمارے ہادیٔ کاملؐ نے اشارہ کیا ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن میرا شیطان مسلم ہو گیا ہے۔ سو متقی کو ہمیشہ شیطان کے مقابل جنگ ہے۔ لیکن جب وہ صالح ہو جاتا ہے تو کُل جنگیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک ریا ہی ہے جس سے اُسے آٹھوں پہر جنگ ہے۔ متقی ایک ایسے میدان میں ہے جہاں ہر وقت لڑائی ہے۔ اللہ کے فضل کا ہاتھ اُس کے ساتھ ہو تو اُسے فتح ہو۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 21-22)

گویا ریاء اور دیگر اخلاقِ سئیہ کو شیاطین میں شامل فرمایا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"شیطان، جھوٹ، ظلم، جذبات، خون، طُولِ اَمل، ریا اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ، صبر، محویت، فنافی اللہ، اخلاص، ایمان، فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 169)

اور تقویٰ کے حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ سے اُن تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام قوتیں نفسِ امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 33)

پھر فرمایا:

"تاریکی، تاریکی کو پیدا کرتی ہے۔ اندرونی روشنی اور روشنی کو لاتی ہے۔ اسی واسطے تاریکی کو شیطان سے تشبیہ دی ہے اور روشنی رُوح القدس سے مشابہ ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 265)

حضورؑ فرماتے ہیں۔

"شیطان کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کی سرشت اور بناوٹ میں دو قوتیں رکھی گئی ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور یہ اِس واسطے رکھی گئی ہیں کہ انسان ان کی وجہ سے آزمائش اور امتحان میں پڑ کر بصورت کامیابی قربِ الٰہی کا مستحق ہو۔ ان دو قوتوں میں سے ایک قوت نیکی کی طرف کھینچتی ہے اور دوسری بدی کی طرف بلاتی ہے۔ نیکی کی طرف کھینچنے والی قوت کا نام مَلک یا فرشتہ ہے اور بدی کی طرف بلانے والی قوت کا نام شیطان ہے یا با الفاظ دیگر یوں سمجھ لو کہ انسان کے ساتھ دو قوتیں کام کرتی ہیں ایک داعی خیر اور دوسری داعی شر۔ اگر کسی کو شیطان اور فرشتہ کا لفظ گراں گزرتا ہے تو یوں ہی سمجھ لے۔ انسان میں دو قوتوں سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے کسی بدی کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ نے جو کیا خیر ہی خیر کیا ہے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 359)

سامعین! مَیں اب آپ کے سامنے شیطان کے وجود کے حوالے سے دو دلچسپ قصے سنانا چاہتا ہوں، کہ کس طرح شیطان نیکی کے کام بھی کرواتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"کہتے ہیں ایک شخص کی ایک دن فجر کی نماز پر آنکھ نہیں کھلی، نماز قضاء ہو گئی، اس کا سارا دن اس بے چینی میں اور رو رو کر اور استغفار کرتے ہوئے گزرا۔ لگتا تھا کہ یہ غم اُسے ہلاک کر دے گا، اگلے دن نماز کا وقت آیا، اس کو آواز آئی کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ اُس نے کہا مَیں شیطان ہوں۔ پوچھا کہ شیطان کا کیا کام ہے نماز کے لئے جگانے کا؟ تو اُس نے جواب دیا کہ کل تم نے جو رو رو کر اپنی حالت بنائی تھی اور جتنا استغفار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی گنا نماز کا ثواب دے دیا۔ میرا تو مقصد یہ تھا کہ تم ثواب سے محروم ہو جاؤ گے تو بجائے اِس کے کہ تم کئی گنا ثواب لو اس سے بہتر ہے کہ مَیں تمہیں خود ہی جگا دوں اور تم تھوڑا ثواب حاصل کرو، اتنا ہی جتنا نماز کا ملتا ہے۔ نہیں تو پھر رو رو کے وہی حالت کرو گے اور پھر زیادہ ثواب لے جاؤ گے تو میرا مقصد تو پورا نہیں ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 13 جولائی 2007ء)

سامعین! دوسرا واقعہ مَیں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی زبانِ مبارک سے سناتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"ایک مولوی ایک جگہ وعظ کر رہے تھے انہوں نے ایک دینی خدمت کے واسطے کئی ہزار روپیہ جمع کرنا تھا۔ اُن کے وعظ اور ضرورت دینی کو دیکھ کر ایک شخص اٹھا اور دو ہزار روپیہ کی تھیلی لا کر مولوی صاحب کے سامنے رکھ دی۔ مولوی صاحب نے اُسی وقت مجلس میں اُس کے سامنے اس کی تعریف کی کہ دیکھو! یہ بڑا نیک بخت انسان ہے اُس نے ابھی اپنا گھر جنت میں بنا لیا اور یہ ایسا ہے ویسا ہے جب اُس نے اپنی تعریف سنی تو اُسی وقت گھر گیا اور جھٹ واپس آکر بآواز بلند اُس نے کہا کہ مولوی صاحب! اس روپے کے دینے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ اصل میں یہ مال میری والدہ کا ہے اور مَیں اس کی بے اجازت لے آیا تھا۔ لیکن اب وہ مطالبہ کرتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا اچھا لے جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص اُسی وقت روپیہ اٹھا کر لے گیا۔ یا تو لوگ اس کی تعریف کرتے تھے اور یا اُسی وقت اس کی مذمت شروع کر دی کہ بڑا بیوقوف ہے۔ روپیہ لانے سے اول کیوں نہ ماں سے دریافت کیا۔ کسی نے کہا جھوٹا ہے۔ روپیہ دے کر افسوس ہوا تو اب یہ بہانہ بنا لیا وغیرہ وغیرہ۔ جب مولوی صاحب وعظ کر کے چلے گئے تو رات کو دو بجے وہ شخص وہ روپیہ لے کر ان مولوی صاحب کے گھر گیا اور جگا کر ان کو کہا اس وقت تم نے میری تعریف کر کے سارا ماجرا میرا باطل کرنا چاہا۔ اس لئے مَیں نے شیطان کے وسوسوں سے بچنے کی یہ تدبیر کی تھی۔ اب یہ روپیہ تم لو مگر تم سے قسمیہ عہد لیتا ہوں کہ عمر بھر میرا نام کسی کے آگے نہ لینا کہ فلاں نے یہ روپیہ دیا ہے۔ اب مولوی حیران ہوا کہ لوگ تو ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے اور تم کہتے ہو کہ میرا نام نہ لینا۔ اس نے کہا مجھے یہ لعنتیں منظور ہیں مگر ریا سے بچنا چاہتا ہوں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 335-336)

سامعین! بس آخری زمانہ میں جتنا بڑا حملہ شیطان کی طرف سے متوقع تھا اور وہ پورے زور و شور سے حملہ آور بھی ہو چکا ہے اُتنا ہی شدید دفاع حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے پیروکاروں کی طرف سے ہو گا اور جماعت احمدیہ پوری طاقت سے شیطانی حملوں کو مٹانے کے لئے میدان میں اُتری ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اس شدید حملہ کا دفاع سورۃ الناس کے بار بار پڑھنے اور لاحول پڑھنے سے ممکن ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں۔

”یہ تو تم جانتے ہو کہ شیطان لاحول سے بھاگتا ہے۔ مگر وہ ایسا سادہ لوح نہیں ہے کہ صرف زبانی طور پر لاحول کہنے سے بھاگ جائے۔ اس طرح سے تو خواہ سَو دفعہ لاحول پڑھا جائے شیطان نہیں بھاگے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کے ذرّے ذرّے میں لاحول سرایت کر جاتا ہے اور جو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ہی مدد اور استعانت طلب کرتے رہتے ہیں اور اِس سے ہی فیض حاصل کرتے رہتے ہیں وہ شیطان سے بچائے جاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ61)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی میں فرمایا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ النَّجْمِ الثَّاقِبِ یعنی تو مجھ سے بمنزلہ نجم ثاقب ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں نے تجھے شیطان کے مارنے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ تیرے ہاتھ سے شیطان ہلاک ہو جائے گا۔ شیطان بلند نہیں جاسکتا۔ اگر مومن بلندی پر چڑھ جائے تو شیطان پھر اُس پر غالب نہیں آسکتا۔ مومن کو چاہئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ اس کو ایک ایسی طاقت مل جائے جس سے وہ شیطان کو ہلاک کر سکے۔ جتنے بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں اُن سب کا دور کرنا شیطان کو ہلاک کرنے پر منحصر ہے۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ92)

حضورؑ شیطان کے حوالے سے احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اور اس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو اُس میں بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے۔ ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ پس اس کے حملہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں وہ تو اس کا گویا شکار ہیں۔ لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقعہ پا کر اُن پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطان کی باریک در باریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ریا اور عُجب وغیرہ سے بچنے کے واسطے ایک ملامتی فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور سیئات کو ظاہر کرتا رہتا ہے وہ اس طرح پر سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملوں سے بچ جاتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ بھی کامل نہیں ہیں۔ ان کے دل میں بھی غیر ہے اگر غیر نہ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ انسان معرفت اور سلوک میں اُس وقت کامل ہوتا ہے جب کسی نوع اور رنگ کا غیر اُن کے دل میں نہ رہے اور یہ فرقہ انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ یہ ایسا کامل گروہ ہوتا ہے کہ اُس کے دل میں غیر کا وجود بالکل معدوم ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد6 صفحہ426)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

(کمپوزڈ: فائقہ بشریٰ)